

ہونے لگتا ہے۔“

ایک دن دھینا بازار سے چلی آرہی تھی کہ راستے میں پنڈت داتا دین مل گئے دھینا نے سر پنجا کر لیا اور چاہتی تھی کہ کمز اک نگل جائے مگر پنڈت بھیر کا موقع پا کر کب چرکنے والے تھے، چھپڑی تو سمجھے۔ گور کا کچھ پتہ سندیا مالا کہ نہیں ایسا کپوت نکلا کہ گھر کی ساری فوجا بگاڑ دی۔“

دھینا کے دل میں خود یہی خیال آتا رہتا تھا۔ ادا من بے بولی بڑی دن آتے ہیں بابا، تو آدمی کی مت ماری جاتی ہے، اور کیا کہوں۔“

دادا دین بولے ”مھیں اس پاجن کو گھر میں نہ رکھنا چاہیے تھا۔ دو دھ میں مکھی پڑ جاتی ہے تو آدمی اسے نکال کر پھیک دیتا ہے اور دو دھ پی جاتا ہے سوچو، کتنی بدنامی اور جگہ نہیں ہو رہی ہے۔ وکھنی گھر میں نہ رہتی تو کچھ نہ ہوتا۔ لڑکوں سے اس طرح کی بھول جوک ہوتی ہی رہتی ہے۔ جب تک برا دری کو بھوچ نہ دوں گی اور برہنزوں کو نکھلاوائی تب تک کیسے ادھار ہو گا۔ اے گھر میں نہ رکھتے تو کچھ نہ ہوتا۔ ہوری تو پاکل ہے ہی۔ پر تو کیسے دھوکا کھائی۔“

دادا دین کا لڑکا ماتا دین ایک چاری سے آشانی کے ہوئے تھا۔ اسے سارا گاؤں جانتا تھا۔ مگر وہ تملک لگانا تھا، پوٹھی پترا پڑھانا تھا، کھانا بھاگوٹ کھانا تھا اور پر دہتی کا کام کرتا تھا۔ اس کے وقار میں ذرا بھی کمی نہ تھی۔ وہ روزانہ اشنان پوچاڑ کرے اپنے گناہوں کا لکفارہ کر دیتا تھا۔ دھینا جانتی تھی کہ جھینا کو گھر میں رکھ لینے ہی سے یہ ساری بلا آئی ہے۔ اے نہ جانے کیسے دیا آئی درنہ اسی رات کو جھینا کو نکال دیتی تو کیوں انہی بدنامی ہوتی۔ مگر یہ خوف بھی تو تھا کہ تب اس کے لئے کنوں تالاب کے سوا اور نکانا کہاں تھا؟ ایک نہیں بلکہ دو جاؤں کی قیمت دے کر وہ اپنے مر جاد کو کیسے بچاتی؟ پھر جھینا کے

پیٹ میں جو بچپنے سے وہ دھینا، اسی کے لیکھ کا تو نکلا اب ہے۔ مہنی کے ڈر سے اس کی  
جان کے لے لیتی؟ اور پھر جھینا کی بے بی اور عاجزی بھی تو اسے متاثر کرنی رہی  
تھی۔ وہ باہر سے جلی بھنی آتی مگر جوں ہی جھینا کو نوٹے میں پانی لا کر رکھ دیتی اور  
اس کے پیر دہلانے لگتی، اس کا غصہ پانی ہو جاتا۔ بے چاری لاج اور دکھ  
سے آپ، ہی دبی ہوتی ہے اسے اور کیا دیتا ہے؟ مرے کو اور کیا مارے؟  
بلس نے تند پہچے میں کہا۔ یہم کو گھرانے کی مرجاد اتنی پیاری نہیں ہے۔  
مہراج! کہ اس کے پچھے ایک جو کی ہتیا کر داتے۔ بیا ہنا نہ ہی، اپر اس کی بانہ  
نو پکڑی ہے میرے ہی بیٹتے نے۔ کس منزے نکال دیتی؟ وہی کام بڑے بڑے  
کرتے ہیں ذرا ان سے کوئی کچھ نہیں بولتا، انھیں کنگ ہی نہیں لگتا، وہی کام  
چھوٹے آدمی کرنے ہیں تو ان کی مرجاد دھو جاتی ہے، ناک کٹ جاتی ہے  
برڑے آدمیوں کو اپنی ناک دوسروں کی جان سے پیاری ہو گی، ہمیں تو اپنی  
ناک اتنی پیاری نہیں۔"

دانادین ہار مانسے والے جیونے سکتے۔ وہ دس گالوں کے نار دستے  
یہاں، وہاں اور وہاں کی یہاں لگانا ان کا دچھپ مشغله تھا۔ وہ چوری تو نہ کر دے  
سکتے، اس میں جان جو کھم کا عالمہ تھا مگر چری کے مال میں حصہ لینے کے وقت  
مزدور ہٹخ جاتے تھے۔ کہیں میٹھیں میں دھول نہ لگنے دیتے تھے۔ زیندار کو آج  
تک لگان کی ایک پانی نہ دی تھی۔ فرتی آتی تو کوئی میں گرنے چلتے، نو کھے اما  
کے لئے دھرے پچھے نہ بتا۔ مگر اس ای موں کو سود پر دپیہ قرض دیتے تھے۔ بھی  
عورت کو کوئی زیور بنا تاہے تو دانادین اس کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔  
شادی بیاہ طے کرنے میں انھیں بِالطف آتا ہے۔ یہ کنامی بھی ملتی  
ہے اور دکشنہ بھی۔ بیاہی میں علاج معافی بھی کرتے ہیں، اور جھاڑ پھونکنے

بیسی مریض کی مرضی ہو اور صحبت یافتہ ایسے ہیں کہ جوانوں میں جوان بن جاتے ہیں اور بچوں میں بچے اور بڑھوں میں بڑھے۔ چور کے بھی ساتھی ہیں اور شاہ کے بھی۔ گاؤں میں کسی کو ان پر اعتبار نہیں ہے۔ مگر ان کی باتوں میں کچھ ایسی کشش ہے کہ لوگ بار بار دھوکا کھا کر بھی ان ہی کی بنیاد لیتے ہیں۔

سر اور دُارِ ہمی ہلاکر بولے: یہ تو ٹھیک کہتی ہے دھننا! دھرماتا لوگوں کا یہی دھرم ہے پر سماجی ریت رواج کا بنیاد تو گرنا ہی پڑتا ہے۔ اسی طرح سپیشُوریِ الام نے ہوری کو جھیڑا۔ وہ گاؤں میں دھرماتا مشہور تھے پلر نامی کو ہمیشہ ست نازین کی کھانستے تھے۔ مگر پواری نہ کرنے کی وجہ سے اپنے کھیت بیگاڑ میں جتوانے تھے اب بیگاڑ میں سپخوانے تھے اور اسامیوں کو آپس میں لا کر رہیں مارتے تھے۔ سارا گاؤں ان سے کاپتا تھا۔ غریبوں کو دس دس پانچ پانچ روپے فرض فے کر انہیوں نے کسی ہزار بنا لئے تھے فصل کی چیزیں اسامیوں سے لے کر کھڑی اور بخانے کے عملوں کی بھینٹ کرتے رہنے تھے اس سے کل غلاقے میں ان کی اپنی دھاگ تھی۔ اگر کوئی ان کے ہٹے تو چڑھا تو دارِ غنہ گھنڈا لگھتے جو حال ہی میں اس غلاقے میں تعینات ہو کر آئے تھے۔ پر ابکاری بھی تھے۔ بخار کے دنوں میں سر کاری کوئین نقیم کرتے تھے، کوئی بیمار ہو تو اس کی خیر دعا فیت پر چھٹے ضرول جاتے تھے۔ چھوٹے موٹے جنگڑے آپس ہی میں طے کر دیتے تھے۔ شادیوں میں بالکل افایں اور مغل کا سامان ملنگی فے کر لوگوں کا کام نکال دیتے تھے یہ سب کرتے ہوئے بھی موقع پر چوکتے تھے۔ جگہ کل کھانا تھے اُسی کا گلکے بھی تھے، بوئے؟ یہ تم نے کیا رہا لوگ پال لیا ہوری؟

ہوری نے بتھے پھر کر پوچھا: تم نے کیا کہا لالہ؟ میں نے سننا

پیشوری پچھے سے قدم بڑھاتے ہوئے برابر اگر بولے: کہہ رہا تھا  
کہ وعینا کے ساتھ کی تھاری عقل بھی گھاس کھائی ہے؟ جھینا کو کیوں نہیں  
اس کے باپ کے گھر بیٹھ دیتے؟ ناہک (ناحق) اپنی ہنسی کرا رہے ہو۔ نہ جانے  
کس کا بچہ لے کر آئی ہے۔ اور تم نے گھر میں رکھ لیا ہے۔ ابھی تھاری دودو  
رُلکاں بیا ہنے کو بیٹھی ہوئی ہیں۔ سوچو، یکسے بیٹا پار ہو گا۔

ہوری اس طرح کی نکتہ چینی اور خیرخواہی کی باتیں سننے سنتے پک گیا  
تھا، بولا: یہ میں سب سمجھتا ہوں لالہ پر تمہیں بتاؤ کہ کروں گیا؟ میں جھینا کو  
نکال دوں تو بھولنا اسے رکھ لیں گے؟ اگر وہ راجی (راضی) ہوں تو آج میں  
اسے ان کے گھر پہنچا دوں۔ اگر تم انھیں منا لو تو جنم بھر تھارا اپکار مانوں،  
مگر وہاں تو ان کے دنوں لڑ کے میتا پر اتار دیں، پھر میں اسے یکسے نکال  
دوں ایک تو نالاک (نالائق)، آدمی ملا کہ اس کی بانہ پکڑا کر دگا (دغا) فرے گیا۔  
اس میں بھی نکال دوں گا تو وہ کہیں محنت بھوری (مزدوری) بھی تو نہ کر سکے  
گی۔ یہیں جا کر ڈوب مری تو سئے پاپ لگے گا؛ رہے لڑکیوں کے بیاہ سو  
بھلکوان مالک ہیں جب اس کا سکے تو سے گا تسب کوئی نہ کوئی راہ نکلی ہی اٹے  
گی رُنگی تو ہماری برادری میں آج تک کبھی کنواری نہیں رہی۔ برادری کے ڈرس  
میں ہتھیارے کا کام نہیں کر سکتا۔"

ہوری منکسر مزاج شخص تھا۔ ہمیشہ سر جھکا۔ چلتا اور چار باتیں بڑا  
کر لیتا تھا۔ ہیرا کے علاوہ گانوں میں کوئی اور اس کا پدرخواہ نہ تھا۔ مگر مزاج  
اندازہ از تھہ (اندھیر)، یکسے سر لے؟ اور اس کی سر کشی تو دیکھوئے سمجھنے پر بھی  
نہیں سمجھتا۔ عورت مرد دو نوں چیزیں۔ اس وجہ پر جملخ دے رہی ہیں اور کبھیں ہمارا

کوئی کیسے لیتا ہے، تو سماج بھی دکھادے گا کہ اتنے کچھ نہ سمجھنے والے لوگ  
سکھ کی نیزد نہیں سو سکتے۔

اسی رات کو اس مستقلہ پر غور کرنے کے لئے گاؤں کے یہ رہوں کی نشست ہوئی۔“

داتا دین بولے: ”میری عادت کسی کی برائی کرنے کی نہیں ہے۔ سنار  
میں کیا کگرم نہیں ہوتا۔ مجھ سے کیا مطلب؟ مگر یہ رانڈ دھینا تو مجھ سے رہنے  
پر تل گئی، بھائیوں کا حصہ دبا کر با تھمیں چار پیسے ہو گئے تو اب کچال کے  
سوائے اور کیا سو جھے ٹھا؟ تنج جات (ذات) جہاں پیٹ بھر کر ردنی کھانی  
اور ڈیڑھے چلے! اسی سے ساستر دل میں کہا ہے کہ تنج ذات لیتا ہے بھلا۔“  
پیشووری نے ناریلی کا کٹی لگاتے ہوئے کہا۔ ہی تو ان میں برائی ہو  
کہ جہاں چار پیسے دیکھے اور آنکھیں بد لیں۔ آج ہوری نے ایسی بیکڑی جاتی  
کہ میں اپنا منہ لے کر رہ گیا۔ جانے اپنے کو کیا سمجھتا ہو۔ اب سوچ، اس بدکاری  
کا گاؤں میں کیا نتیجہ ہو گا۔ جھینا کو دیکھ کر دوسرا بدھواوں کامن پڑھے گا کہ  
ہیں؟ آج بھولا کے گھر میں یہ بات ہوئی، مکل ہمارے تمہارے گھر میں یوں گی  
سماج تو ڈر کے بل سے جلتا ہو۔ آج سماج کا آنکھ جاتا رہے تو پھر دیکھو کہ  
سنار میں کیسے کیسے ازٹھ ہونے لگتے ہیں۔

جمسٹری نگھہ دو بیویوں کے شوہر تھے۔ ہلی بیوی، پانچ لڑکے لڑکیاں  
چھوڑ کر مری تھی۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً پنیسا لیس سال تھی۔ مگر آپ نے  
دوسری شادی کی اور جب اس سے اولاد نہ ہوئی تو تیسرا بیاہ کر دالا۔ اب ان  
کی عمر بچا سال تھی اور دو جوان بیویاں گھر میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان دونوں  
کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بھیل رہی تھیں، مگر ٹھاکر صاحب کے

ڈر سے کرنی کچھ کہہ نہ سکتا تھا۔ اور کہنے کی گنجائش بھی تو ہو۔ شوہر کی آڑ میں سب کچھ جائز ہے۔ صیبت تو اسے ہے جس کی کوئی آڑ نہیں۔ تھا کہ مساحبوں رونی کی سخنی سے نگرانی کرتے تھے اور انہیں غدر رخا کہ ان کی بیویوں کا گھونگٹ تک بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ مگر گھونگٹ کے پردے میں کیا ہوتا ہے اس کی انھیں کیا خبر؟۔

بولے: ایسی عورت کا تو سرکاٹ لے۔ ہوری نے اس زندگی کو گھر میں رکھ کر سماج میں بس بولیا ہے۔ ایسے آدمی کو گاناوں میں رہنے دینا گاناوں بھر کو بھرث (ناپاک) کرتا ہے۔ رائے صاحب کو اس کی اطلاع دینی چاہیئے صاف کہہ دینا چاہیئے کہ اگر گاناوں میں یہ از تھ چلا تو کسی کی آبرو سلامت نہ رہی گی۔

پنڈت نوکھے رام کا رکن بڑے اعلیٰ درجے کے برہمن تھے۔ ان کے دادا کی راجہ کے دیوان تھے مگر اپنا سب کچھ بھگوان کے چرزوں پر جڑھا کر سادھ ہو گئے تھے۔ ان کے باپ نے بھی رام نام کی یکیتی میں زندگی کاٹ دی تھی۔ نوکھے رام نے بھی وہی یہ لگتی ترک میں پائی تھی۔ اعلیٰ اصیلاح پوچا پر بیٹھ جاتے تھے اور دس بجے تک بیٹھے ہوئے رام نام چاکر تھے۔ مگر بھگوان کے سامنے سے اٹھتے ہی ان کی فطرت اس رکاوٹ سے بگڑ کر ان کو دل ذل اور عزل سب ہی کو زہر آلو دنیا دی تھی۔ اس تجویز میں ان کے انتیارات کی توہین تھی۔ پھوٹے ہوئے ٹھاکوں میں دھنسی ہوئی آنکھیں نکال کر بیوے "اس میں رائے صاحب سے کیا پوچھنا ہے؟ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔" لگا دوسرو پئے تاوان آپ گاناوں چھوڑ کر بجا گے گا۔ ادھرمیں بید کھلی (بید غلی) بھی دائر کئے دیتا ہوں۔"

پیشوری نے کہا "مگر لگان تو ادا کر چکا ہے"۔  
جنگلری سنگھ نے تائید کی: "ہاں لگان ہی کے لئے توہم سے نیس روپے  
لئے ہیں"۔

نوکھے رام نے گھمنڈ سے کہا: "لیکن ابھی رسید توہیں ذی۔ ثبوت کیا ہے  
کہ ابھی لگان ادا کر دیا ہے؟"

اتفاق راتے سے بھی طے ہوا کہ ہوری پر سور و پتے جرماء کیا جائے  
صرف ایک دن گاؤں کے آدمیوں کو جمع کر کے ان کی منظوری لے لیتے کا تاک  
ہونا ضروری تھا۔ مکن تھا کہ اس میں دس پانچ روز کی دیر بوجاتی مگر آج ہی رات  
کو جھینیا کے لڑکا پیدا ہوا اور دوسرے ہی روز گاؤں والوں کی پنجا بیت  
بیٹھ گئی۔ ہوری اور دھینیا دونوں اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے بلائی  
گئے۔ چوبال میں اتنی بھیڑ تھی کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ پنجا بیت نے فیصلہ  
کیا کہ ہوری پر سور و پتے نقداً اور تیس من غلنے کا تاداں عائد کیا جائے۔

دھینیا بھری بسھا اور بھرے ہوئے گلے سے بولی: "پنجو! اگر بیب  
(غیر) کو تاکر سکھنا پاؤ گے، اتنا سمجھ لینا۔ ہم تو مت جایتیں گے، کون جانیں  
کہ اس گاؤں میں رہیں یا نہ رہیں، مگر میرا سراپ۔ تم کو بھی جرور (ضرور) سے  
جرور لے گا۔ مجھ پر اتنا کڑا ڈنڈا س لئے کیا جا رہا ہے کہ میں نے اپنی بھو  
کو اپنے گھر میں کیوں رکھا۔ کیوں اسے گھر سے نکال کر سڑک کی بھکارن  
نہیں بنادیا، یہی یانا ہے، ایں"۔

پیشوری لالہ بولے: "وہ تیرزی بھو بے کہ ہر جائی؟"  
ہوری نے دھینیا کو دنٹا: "تو کیوں بولتی ہو دھینیا؟ پانچ میں پنیسہر  
رہتے ہیں۔ ان کا جو نیا نے ہے وہی میرے سر آنکھوں پر۔ اگر بھگلوان کی

یہی مرچی (مرضی)، کہ ہم کافیں جھوڑ کر بیٹاگ جائیں تو ہمارا کیا بس؟ پتچر؟ ہمارے پاس جو کچھ ہو وہ کھلیان میں ہو، ایک دانہ بھی گھر میں نہیں آیا۔ جتنا چاہو لے لو۔ سب لینا چاہو تو لے لو، ہمارا بھگوان مالک ہے۔ صدقی کمی پڑے اس میں ہمارے بیل لے لیتا؟"

دھینا دانت پیں کر بولی "میں نہ ایک دانہ انماج دوں گی اور نہ ایک کوڑی، جس میں بوتا ہو جل کر مجھ سے لے لے۔ اچھی دل لگی ہے۔ سوچا ہو گا کہ ڈنڈ کے بہانے اس کی سب جیفات (جاندار) لے لو اور بخراز (نذرانہ) کے دوسروں کو دے دو۔ باگ تیچا (یاغ، باغیچہ) بخ کر مجھے (مزے) سے ترمال اڑاؤ۔ دھینا کے جیستے جی یہ نہیں ہونے کا، اور بخماری لاں سے خواہش، بخمارے من میں ہمارے گی۔ ہمیں نہیں رہنا ہر برادری میں برا دری میں رہ کر ہماری مکنی نہ ہو جائے گی۔ اب بھی اپنے پسینے کی کمائی کھاتے ہیں تب بھی اپنے پسینے کی کمائی لکھاں گے۔

ہوری نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا "دھینا! یترے پر دو پڑتا ہوں، تو چپ رہ! ہم سب برادری کے چاکر ہیں، اس کے باہر نہیں چاہسکتے۔ وہ جو ڈنڈ لگاتی ہے اسے سر جھکا کر ان سے نکون کر جیتنے سے تو گلے میں پھانی لگاینا اچھا ہے۔ آج مر جائیں، تو برادری ہی تو اس مٹی کو پار لگا دے رہی گی۔ برادری ہی تارے کی توڑیں گے۔ پنجوا بھی اپنے جوان بیٹے کامنہ دیکھتا نصیب نہ ہو اگر میرے پاس کھلیان کے انماج کے سوائی اور کوئی صنس ہو۔ میں برادری کو دھوکا نہ دوں گا۔ پنجوں کو میرے بال بجتوں پر ترس آؤے تو ان کی کچھ پر درس کریں۔ نہیں بخھے تو ان کا حکم ماٹا ہے"

دھینا جھلا کر وہاں سے پلی گئی اور ہوری پھر رات گئے تاک کھلیان کو  
انج ڈھو ڈھو کر جھنگری نگھ کی چوپال میں ڈھیر کرتا رہا۔ بیس من جو تھا۔ پانچ من  
گیہوں اور اتنا ہی مشر۔ تھوڑا سا چنا اور کچھ تہن بھی تھا۔ ایک لامبی آدمی اور دو گھیتوں  
کا بو جہا! یہ جو کچھ ہوا وہ دھینا کی محنت سے ہوا۔ جھینیا اندر کا سارا کام کر لیتی  
تھی اور دھینا اپنی رکھیوں کے ساتھ کھستی میں لگا گئی تھی۔ دونوں نے سوچا  
تھا کہ گیہوں اور تہن سے رہاں کی ایک قسط ادا ہو جائے گی اور ہو سکا تو تھوڑا  
تھوڑا سو روپی دے دیں۔ گے جو کھانے کے کام آئے گا۔ جیسے تھے  
پانچ کچھ ہیئنے کٹ جائیں گے تب تک جوار باجرہ، مرکا، دہان کے دن جائیداد  
وہ ساری امید ٹھی میں مل گئی۔ انج تو ہاتھ سے گیا ہی اسرو پے کی گھری اور  
سر پر بلٹی۔ اب کھانے کا کہیں نہ تھا تاہم اور گور کا کیا حال ہوا رام جانے  
اُردوں اتنا کچا تھا تو ایسا کام ہی کیوں کیا؟ مگر ہونہار کو کون ٹھاں سکتا ہی؟  
برادری کو وہ خوٹ تھا کہ اپنے سر پر لاد کر انج ڈھور باتھا گویا اپنے بال تھوں  
اپنی قبر کھو رہا ہو۔ زمیندار، ساہوکار، سرکار کس کا اتنا عرب تھا۔ کل بال کچھ  
کیا کھائیں گے؟ یہ فکر درج کو خشک کئے دیتی تھی۔ مگر برادری کا خوف بھوت  
کی طرح سر پر سوار ہو کر کوڑے لگا رہا تھا۔ برادری سے الگ رہ کر جینے کا تو  
وہ خیال ہی نہ کر سکتا تھا۔ شادی، بیاہ، موہن چھیدن، جینا، مرنا، سب  
کچھ برادری کے ہاتھ میں ہے۔ برادری اس کی زندگی میں پڑھ کی طرح جڑ جانے  
ہوتے تھی اور اس کے رگ دریشہ میں پیوست ہو رہی تھی۔ برادری سے  
نکل کر اس کی زندگی کا جامہ تار تار ہو جائے گا۔

جب کھلیان میں صرف ڈرڈھ دومن جو اور رہ گیا تو دھینا نے دوڑ  
کر اس کا ہاتھ پکڑ لی اور بولی۔ اپھا اب رہنے دو! ڈھو تو چکے برادری کی لاج

اب پچوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ دے گے کہ سب برادری ہی کے بھاٹ میں جھونک دوئے؟ میں تم سے ہار جائی ہوں۔ میرے بھاگ میں نہیں چیزے مورکہ کا ساتھ برا تھا۔“

ہوری نے اپنا ہاتھ چھڑا کر توکری میں باقی غذہ بھرتے ہوئے کہا یہ ہو گا دھینا۔ پچوں کی آنکھ بچا کر ایک دانہ بھی رکھ لینا میرے لئے حرام ہے۔ میں لے جا کر سب کا سب وہاں دھیر کئے دیتا ہوں۔ پھر پچوں کے من میں دیا اپکے گی تو کچھ میرے بال پچوں کے لئے دے دیں گے، نہیں بھسکو ان مالک ہیں۔“

دھینیا تملکا کر دولی ہے: یہ بخ نہیں ہیں راچھیں ہیں۔ پکے اور پورے راچھیں؟ یہ سب ہماری جگہ جیس (زمین) پھیلنے کرمال مارنا چاہتے ہیں ڈاٹر باندھ کا تو بہانہ ہے۔ سمجھاتی چاتی ہوں پر تھماری آنکھیں نہیں کھلتیں۔ تم ان راچھسوں سے دیا کا آسرار لکھتے ہو۔ سوچتے ہو کہ دس پانچ من نہیں نے دیں گے۔ منہ دھور کھوا!

جب ہوری نے زمانا اور توکری سر پر رکھنے لگا تو دھینلے دونوں اباخوں سے پوری طاقت کے ساتھ توکری پکڑ لی اور بولی: “اسے تو میں نہ لے جانے دوں گی چاہے تم میری جان ہی لے لو۔ مرمر کر ہم نے کیا یا، پھر رات رات گئے تک ہم نے سینچا، تو اسی لئے کہ تج لوگ موپچوں پر تاؤ دیکر بھوگ لگادیں اور ہمارے بچے دانے دانے کو تریں؟ تم نے ایکلے ہی تو سب کچھ نہیں کر دیا ہی، میں بھی اپنی لڑکوں کے ساتھ ستی ہوئی ہوں۔ سیدھے سے توکری ہیں رکھ دو نہیں آج سدا کے لئے ناتاٹوٹ جائیں گا۔ کہے دیتی ہوں：“ ہوری سوچ بچاریں پڑ گیا۔ دھینیا کا کہنا پس تھا۔ اُسے اپنے بال پچوں

کی کمائی چھین کرتا دان دینے کا کیا حن ہے؟ وہ گھر کا مالک اس لئے ہے کہ سب کو پائے پوئے۔ اس لئے نہیں کہ ان کی کمائی چھین کر بارڈی کی نظر میں سُرخ رہ بنے۔ تو کری اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آہستہ سے بولا تو ٹھیک کہتی ہو دھینا۔ دوسروں کے حصے پر میرا کوئی بس نہیں ہے۔ جو کچھ بچا ہو وہ لے جا۔ میں جا کر بچوں سے کہے دیتا ہوں۔“

دھینا ناج کی ٹوکری گھر میں رکھ کر اپنی دونوں لڑکوں کے ساتھ پڑتے کی پیدائش کی خوشی میں ٹکلا پھاڑ پھاڑ کر سوہنگا رہی تھی کہ سارا گاؤں سن لے آج یہ پہلا موقع تھا کہ ایسے مبارک وقت میں بارڈی کی کوئی عورت وہاں نہ تھی۔ زچ فانے سے جھینیانے کہلا بھیجا تھا کہ سوہنگا نے کام نہیں ہے مگر دھینا کب مانتے لگی؟ اگر بارڈی کو اس کی پردا نہیں ہے تو وہ بھی بارڈی کی پڑا نہیں کرتی۔

اسی وقت ہوری اپنے گھر کو اتھی روپے پر جنگلی شنگے کے یہاں رہن کر رہا تھا۔ تادان کے روپے کا اس کے سوا اور کوئی بندوق است نہ کر سکتا تھا۔ بیس روپے تہیں، گیہوں اور مشرے مل گئے باقی کے لئے گھر لکھنا پڑا۔ نوکھرا م تو چاہتے تھے کہ بیل بکھانے جائیں۔ لیکن پیشووری اور داتا دین نے اس کی نیاز نہ تھی کی بیل بکھانے تو ہوری کیسی کیسے کرے گا؟ بارڈی اس کی جانداروں سے روپے وصول کرے مگر ایسا تو نہ کرے کہ وہ گاؤں چوڑ کر بھاگ جائے پس اس طرح بیل بخ گئے۔

ہوری رہن نامہ لکھ کر کوئی گیارہ بجے رات کو گھر آیا تو دھینلے پوچھا۔  
”اتنی رات تک وہاں کیا کرتے رہی؟“  
ہوری نے جلا بے کاغذہ دار ہی پر اتارتے ہوئے کہا تو کرتا کیا رہا

اس کپوٹ کی کرنی بھرتا رہا؛ بھنا گا آپ تو آگ لگا کر جہاگ گیا، اب مجھے بھنا پڑتا رہا تو  
اُسی روپے میں گھر رہن کرتا پڑا۔ کیا کرتا؟ اب حکما (حکم، حکل) گیا۔ برادری نے  
اپر ادھ چھما (معاف) کر دیا۔“

وھینا نے ہونٹ چاکر کیا: ”ہکا کھلتا تو ہمارا کیا بگرد جانا تھا؟ چار بائیخ  
بھینے نہیں کسی کا حکایا تو کیا پھوٹے ہو گئے؟ میں کہتی ہوں کہ تم اتنے بھوندو  
کیوں ہو؟ میرے سلمانے تو پڑے گیاں والے بنتے ہو: پرباہر تھارا منہ کیوں  
بند ہو جاتا ہو؟ دے کے باپ داداوں کی نسلی ایک گھر نج رہا تھا سوم  
نے اس کا بھی وارا نیارا کر دیا۔ اسی طرح کل یہ تین چار بائیخے دھرتی ہو اے  
بھی لکھ دینا اور تب گلی بھیک مانگنا۔ میں پوچھتی ہوں کہ تھارے منہ میں جیجو  
ن تھی کہ ان پنجوں سے پوچھتے کہ تم کہاں کے بڑے دھرتا تما ہو جو دوسروں  
پرڈ اندر باندھ لگاتے پھرتے ہو؟ تھارا تو منہ دیکھنا بھی پاپ ہو؟“

ہوری نے ڈاشا: ”چپ رہ، بہت بڑھ بڑھ کے ہے بول! برادری کے  
چکر میں ابھی نہیں پڑی ہی۔ نہیں تو منہ سے بات نہ سکتی۔“

وھینا مشتعل ہو گئی: ”کون سا پاپ کیا ہے جس کے لئے برادری نے  
ڈریں؟ کسی کے گھر چوری کی ہے؟ کسی کامال کا ہے؟ مہریا رکھ لینا پاپ نہیں  
ہے، ہاں رکھ کے چھوڑ دینا پاپ ہے۔ آدمی کا بہت سیدھا ہونا بھی برا ہے۔ اس  
کے سیدھے پن کا نیجہ یہی ہوتا ہے کہ کتنے ہی منہ چاٹنے لگتے ہیں۔ آج اور صر  
تھاری سراہنا ہو رہی ہو گی کہ برادری کی کسی مر جا در رکھی امیرے بھاگ  
پھوٹ گئے تھے کہ تم جیسے مردے پالا پڑا۔ کبھی سکھ کی روشنی نہیں؛“  
میں یہرے باپ کے پاؤں پڑنے لگا تھا؟ دہی تھے میرے لگے  
باندھ گیا۔“

پھر پڑیا تھا ان کی سمجھ پر اور انہیں کیا کہوں؟ نہ جانے کیا دیکھ کر لو  
ہو گئے، ایسے کوئی سدر بھی تو نہ تھے تم ۔

بحث مذاق میں منتقل ہو گئی۔ اسی روپے سے گئے تو گئے لاکھ روپے کا  
پوتا تو مل گیا؛ اسے تو کوئی نہ چھین لے گا۔ گورنگھر لوٹ آؤے، وہیں اُنگ  
جھونپڑی میں سکھی رہی گی۔

ہوری نے پوچھا: "پتکے کس پر پڑا ہے؟"

وہیں اُنھیں کہ جواب دیا: "بالکل گورنگھر پر پڑا ہے۔ پچھا!  
میں لگڑ تو ہے؟"

"ہاں اچھا ہے"

---

(۱۲)

رات کو گور جینیا کے ساتھ چاہتا ایسا کانپ رہا تھا جیسے اس کی ناک  
کٹ گئی ہو۔ جینیا کو دیکھتے ہی سارے گاؤں میں کہرام پنج جاتے گا، اول ہر  
طرف سے آگ کیسا داولہا مجاہدین گے، جینیا کتنی کایاں دے گی، یہ سوچ  
سوچ کر اس کے پیر پچھے رہ جاتے تھے۔ ہوری کا تو اسے خوف زدھا۔  
وہ صرف ایک بار دھاڑیں گے پھر چپ ہو جائیں گے۔ خوف تباہ دھینیا کا جو  
زہر کھانے لے لے اور گھر میں آگ لگانے لے لے گی۔ نہیں اس وقت دھینیا کے  
ساتھ گھر نہیں جا سکتا۔

میر گھر میں دھینیا نے جینیا کو گھر میں لے گئے ہی نہ دیا۔ اور جھاڑ دلے کر  
مارنے دوڑی تو وہ بے چاری کھاں جاتے گی؟ اپنے گھر تو دوٹ ہی نہیں  
سکتی، کہیں کنوئیں میں کو درپڑے، یا تھلے میں بچانی لگائے تو کیا ہو؟ اس نے  
لباس ان یا بھگوان کی سرن (پناہ)؟

گراماں اتنی بیدار نہیں ہیں کہ مارنے دوڑیں، غصے میں دوچار کالیا  
دیں گی۔ مگر جب دھینیا ان کے پاؤں پکڑ کر رونے لے لے گی تو انہیں ویا آہی جائے  
گی۔ تب تک وہ آپ کہیں چھپا رہے گا۔ جب معاملہ نہیں ہو جائے گا  
تب وہ ایک دن چلکے سے آئے گا اور گراماں کو منا لے گا۔ اگر اس پنج  
میں اسے کہیں ہوری مل جائے اور دوچار روپیہ لے کر گھر لوئے گا تب تو  
پھر دھینیا کا منہ بندھی بوجاتے گا۔

جینیا بولی "میری تو چھنی دھڑک رہی ہے۔ میں کیا جانتی تھی کہ تم میرے"

لگئے میں یہ روگ باندھ دو گے۔ نہ جانے کس بری ساعت میں تم نے دیکھا تھا تم  
گھائے لیئے آتے نہ یہ سب کچھ ہوتا۔ تم آگے جا کر جو کچھ کہنا سننا ہو وہ کہہ  
سن لینا۔ میں پتھر سے آجاؤں گی۔

گورنے کہا۔ میں نہیں اپنے تم جانا اور کہنا کہ میں ہٹ سے سودا پینچ کر  
گھر جا رہی تھی ارات ہو گئی ہے، اب کیسے چاؤں؟ تب تک میں آجاوں گا۔“  
جھینیا نے متفرگاً کہا۔“ تھاری اماں یل (غمضہ در) ہیں۔ میرا تو جی کا پتا  
ہی، کہیں مجھے مارنے لگیں تو کیا کروں گی۔

گورنے دھیرج دلایا۔“ اماں کی عادت ایسی نہیں ہے۔ ہم لوگوں تک  
کو تو کبھی ایک پھر مارا نہیں ہے، تھیس کیا ماریں گی؟ ان کو جو کچھ کہنا ہو گا مجھے  
کہیں گی، وہ تم سے تو بیس گی بھی نہیں۔“  
کافی فربت آگل۔ گورنے رک کر کہا۔“ اب تم جاؤ۔“

جھینیا نے صندکی۔“ تم بھی دیر نہ کرنا۔“

” نہیں نہیں۔ جھن بھر میں آتا ہوں، تو چل تو!“

” میرا جی نہ جانے کیسا ہوا ہے، تھارے اور گستہ (غمضہ) آتا ہے۔“

” تم اتنی ڈرتی ہو کیوں؟ میں تو آہی رہا ہوں۔“

” اس سے تو کہیں اچھا تھا کہ کسی دوسرا بھگہ بھاگ۔ یادے۔“

جب اپنا گھر رہ سہے تو کیوں کہیں بہنا لگیں۔“ تم باہک (ق)

ڈر رہی ہو۔“

” جلدی سے آؤ گے نا؟“

” ہاں۔ ہاں۔ ابھی آتا ہوں۔“

” بھو سے دنگا (دغا)، تو نہیں کر رہے ہو کہ مجھے گھر بیٹھ کر تم کہیں چلتے۔“

بنو؟"

"اتنائیخ نہیں ہوں جھوننا۔ جب تیری بانہہ پچڑی ہے تو مرتے دم تک  
بنا ہوں گا۔"

جھیناگھر کی طرف جلی۔ گورمچ بھر دبڑھے میں پڑا ہوا کھڑا رہا۔ پھر بیک  
سر پر منڈلانے والا لعنت ملامت کا خیال خوفناک شکل اختیار کر کے اس کے  
سامنے کھڑا ہو گیا۔ کہیں سچ مجھ اماں مارنے دوڑیں تو کیا ہو گا؟ اس کے پیر  
زمیں سے چپک گئے۔ اس کے اور اس کے گھر کے درمیان میں صرف  
آموں کا چھوٹا سا باغ تھا۔ جھینیا کی کامی پر جھائیں آہستہ آہستہ جاتی ہوئی  
نظر آرہی تھی۔ اس کے حواسوں میں بڑی تیزی آگئی تھی۔ اس کے کافنوں میں  
ایسی بھنک پڑی جیسے اماں جھینیا کو گھانی دے رہی ہیں۔ اس کے دل کی کچھ  
ایسی حالت ہو رہی ہو گویا سر پر گندے سے کاماتھ پڑنے والا ہو۔ بدن کا سارا  
خون جیسے خشک ہو گیا ہو۔ ایک لمبے کے بعد اس نے دیکھا۔ جیسے دھیناگھر  
سے نکل کر کہیں جا رہی ہو۔ دادا کے باس جاتی ہوگی۔ شایستہ (شاید) دادا  
کھاپی کر مڑکے کھیت پر پلے گئے ہوں۔ وہ اس کھیت کی طرف چلا۔ جو اور  
یہ ہوں کے کھیتوں تو کچلتا روندا ہوا اس طرح بیہاڑا جا رہا تھا۔ گویا بچھے کوئی  
دوڑ آرہی ہو۔ وہ ہے دادا کی جھوپڑی! وہ رک گیا اور دبے پاؤں جا کر اس  
کے پیچھے بلیٹھ گیا۔ اس کا قیاس بٹھیک نکلا۔ وہ پہنچا ہی تھا کہ دھینا کی اواز  
نالی دی۔ وہ جب (غضب) ہو گیا! اماں اتنی بیدردیں! ایک اناکھتہ  
لڑکی پرانہیں کچھ بھی دیا نہیں آتی اور جو میں ابھی سامنے جا کر پھٹکا رہوں کہ  
تم کو جھینا سے بولنے کی کوئی مجال نہیں ہو تو ساری سکھی (شخی) نکل جائے۔  
اچھا دادا بھی بگڑ رہے ہیں۔ کیدے کے لئے آج سختیکرا بھی تیز ہو گیا۔ میں

ادب کرتا ہوں یہ اسی کا پھل ہے۔ یہ تو وادا بھی وہیں جا رہے ہیں۔ اگر جھینیا  
خنوں نے ما را پیٹا تو مجھ سے نہ سہا جاتے گا۔ بھلوان! اب تھارا ہی بھروسہ  
میں نہ جانتا تھا کہ اس شکست میں چان پڑے گی۔ جھینیا مجھے اپنے من میں  
منکار، ڈر پوک اور کینہ سمجھ رہی ہو گئی۔ مگر اسے مار کیے سکتے ہیں! اگر سے  
ل بھی کیسے سکتے ہیں؟ کیا اگر میں میرا حصہ نہیں ہو؟ اگر جھینیا پر کسی نے ہاتھ  
یا تو آج ہبا بھارت ہو جائے گا۔ ماں باپ جب تک زنگوں کی رہچا کریں تب  
ماں باپ ہیں، جب ان میں امتا ہی نہیں تو کیسے ماں باپ؟"

ہوری جوں ہی جھونپڑی سے نکلا، گوبرنی دبے پاؤں آہستہ آہستہ  
پیچھے چلا، مگر دروازے پر اجالا دیکھ کر اس کے پیر رک گئے۔ اس احالے کی  
کے اندر وہ قدم نہیں رکھ سکتا وہ اندھیرے ہی میں دلدار سے چپک کر کھڑا  
۔ اس کی بہت سلے جاب وسے دیا، باستے! بیچاری جھینیا پر یہ لوگ جھبلار ہے  
۔ اور وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نے کھیل کھیل میں جو ایک چنگاری پھینک دی تھی؟  
رے کھلیاں کو بھسم کر دے گی یہ اس نے نہ سمجھا تھا۔ اور اب اس میں اتنی  
۔ نکتی کہ سامنے اگر کہے۔ ہاں میں نے چنگاری پھینکی تھی۔ جن سہاروں سو  
اپنے دل کو سفعا لے ہوئے تھا وہ سب اس زارے میں گڑ پڑے اور وہ جھنپڑ  
گر پڑا وہ پیچے لوٹا۔ اب وہ جھینیا کو کیا مند رکھائے؟"

وہ کوئی سو قدم چلا مگر اس طرح جسے کوئی پا ہی میدان سے بھاگے اس  
جھینیا سے مجست اور دفا کی جربا میں ہی بھیں وہ سب یاد آنے لگیں۔ وہ وھاں  
بھی باقی یاد آیں جب وہ اپنے بخوبی نام سانسوں میں، اپنی نسلی چتوں میں،  
یا اپنی جان نکال کر اس نے قدموں پر رکھ دتا تھا۔ جھینیا کسی تھویر پر نہ کی طرح  
۔ چھوٹے ٹھوٹے میں اپنی تہائی کی زندگی کاٹ رہی تھی۔ وہاں زر کا بخوبی نام

اصرار نہ تھا، نہ وہ اپنی ہوئی خوشی بھتی اور نہ بچوں کی سینی آدازیں گر صیاد کا دام اور فر  
بھی تو وہاں نہ تھا۔ گور نے اس کے تھانی والے گھونسلے میں جا کر اسے کچھ سکھ پیچا  
نہیں، یہ کون جانے۔ مگر اسے عذاب پس تو ڈالی دیا تھا۔ وہ بخل گیا۔ بھائی تا  
ہوا پاہی گدیا اپنے ایک ساتھی کا بڑھا دا سُن کر تیجھے لوٹ پڑا۔

اس نے دروازے پر اگر دیکھا تو کوڑا نہ ہو گئے تھے۔ کوڑوں کے  
دروازوں سے روشنی کی شعاعیں باہر نکل رہی تھیں۔ اس نے ایک دروازے سے  
اندر جوانکا۔ وہیں اور جھینیا میٹھی ہوئی نہیں۔ ہوری کھڑا تھا۔ جھینیا کی سکیاں شانی  
دے رہی تھیں۔ اور جھینا اسے تکھاری تھی۔ میٹھی، توچل کر گھر میں میٹھی؟ میں تیر کر  
کا کا اور بھایوں کو دیکھوں گی۔ جب تک ہم جستے ہیں کسی بات کی مبتا نہیں ہے  
ہمارے رہتے تھے کوئی تیر ہی آنکھ و پیچہ بھی نہ سکے گا۔“

گور خوش ہو گیا۔ آج وہ کسی قابل ہوتا تو وادا اور اماں گوسونے سے منڑھ  
دیتا۔ اور کہتا۔ اب تم کچھ کام نہ کر۔ آرام سے بیٹھے بیٹھے کھاؤ اور جینا دان پن کرنا  
چاہو کرو! جھینیا کے متعلق اب، اسے کوئی اندازہ نہیں ہے۔ وہ اسے خیسا سہارا  
وینا چاہتا تھا وہ مل گیا تھا۔ جھینیا اسے دغناک سمجھتی ہے تو جب کہ وہ توجہ کرے گا  
جب وہ پسے کے زور سے گافوں پھر کامنہ بند کر سکے اور دادا اور اماں لئے  
گھر آنے کا لگانگ نہ سمجھ کر گھرانے کا لٹک سمجھیں۔ دل پر جینا گہرا صد مر ہوتا ہو وہ  
اپنے رد عمل کی صورت میں اتنا ہی موثر ہوتا ہے اس بدنامی نے گور کے دل کو تھکر  
وہ رتن نکال لیا جو بھی تک چھپا پڑا تھا۔ آج بھی مرتبہ اسے اپنی ذمہ داری کا اس  
ہوا، اور اس کے ساتھ ہی اس میں مضمون ارادہ پیدا ہو گی۔ اب تک وہ کم سے کم  
کام کرنا اور زیادہ سے دیادہ کھانا اپنا حنی سمجھتا تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال ہی  
نہ آیا تھا کہ گھروں کے ساتھ بھی اس کا کچھ فرض سہے۔ آج دالدین کے

۔ اس اعلیٰ عفو نے گریا اس کے دل میں فور پیدا کر دیا۔ جب دھننا اور جھینیا اندر چلی گئیں تو ہوری کی اسی جھونپڑی میں جا بیٹھا اور آئندہ کے لئے منصوبے باہمیز لگا۔“

شہر میں بیل داروں کو پرانی چھڈ آنے رنج (روز) ملتے ہیں، یہ اس نے سن رکھا تھا۔ اگر اسے چھڈ آنے رنج میں اور وہ ایک آنے رنج میں گجر (گذر) کر لے تو پرانی آنے رنج کی بحث ہو گی۔ ہمینے میں دس روپتے ہوتے ہیں اور سال میں سوا سو۔ وہ سوا سو کی نیلی لے کر گھر آئے تو کس کی بجائی ہے جو اس کے سامنے منعقد کھول سکے؟ یہی دن اتنا دین اور یہی پیشیوری اگر اس کی ماں میں ہاں ملائیں گے اور جھینیا تو گھمنڈ سے پھول اٹھے گی۔ دو چار سال وہ اسی طرح کما آتا رہے تو گھر کا سارا دکھد لدر و روز ہو جاسے، ابھی تو سارے گھر کی گماں یعنی سوا سو نہیں ہوتی اب وہ اکیلا سوا سو کمائے گا۔ لوگ دیہی توکیں گے کہ مجرمی کرنا ہر کہا کری۔ مجرمی کرنا کوئی پاپ تو نہیں ہے۔ اور سدا چھڈ آنے ہی لفڑی سے میں گے جیسے جیسے وہ کام میں بڑا شار ہو گا۔ ویسے ویسے مجرمی کو اٹھے گی۔ تب وہ داد سے کہے گا: کہ اب تم گھر میں بیٹھ کر بھگوان کا بھجن کرو۔ اس کھینچی میں جان کھپلانے کے سوا اور کیا رکھا ہے؟ سب سے پہلے ایک پچھائیں گائے لے گا جو چار پانچ سر دو وحدے گی اور دادا سے کہے کہ اکتم گٹو ما تاکی سیوا کرد جس کو تمہارا لوگ (دنیا) بھی بنے گا اور رلوگ (عقلی) بھی۔

اور کیا ایک آنے میں اس کا گجر (گذر) آرام سے نہ ہو گا؟ گھرے کیا کرنا ہے؟ کسی جگہ پڑھے گا۔ سینکڑوں مندر اور دھرم سالے ہیں۔ اور بخوبی جس کی مجرمی کرے گا وہ کیا رہنے کی جگہ نہ دے گا؟ آثار و پتے کا دس بیڑ آتا ہے۔ ایک آنے کا مٹھائی پاؤ ہوا۔ ایک آنے کا تو وہ آٹا ہی کھلتے گا۔ لکڑا ہی،

دال، نمک، ساگ، یہ سب کہاں سے آئیں گے؟ دونوں جوں کے لئے سیر بھر آٹا ہے  
چاہیئے۔ اور کھانے کی کچھ نہ پوچھو۔ مٹھی بھر پنے سے بھی کام چل سکتا ہے اور جلو  
پوری کھا کر بھی کام چل سکتا ہے، جیسی سماں ہو۔ وہ آدھ سیر آٹا کھا کر دن بھر بجے دری  
سے کام کر سکتا ہے۔ ادھر سے اپنے جن نے تو کھروی کا کام چل گیا۔ کبھی ایک پیسے کی  
دال نے لی اور بھی آلو بھون کر بھرتا بنا لیا۔ یہاں دن کا مٹا ہے کہ میں کرنا ہے؟  
پتل پر آٹا گوندھا ایلوں پر باٹیاں نہیں، آلو بھون کر بھرتا بنا لیا اور بچے سے کھا کر  
سور ہے۔ گھر اسی پر کون دونوں جوں روٹی لٹتی ہے؟ ایک جوں تو جرن ہی مٹا ہے  
وہاں بھی ایک جوں جر بن ہی پر کاٹیں گے۔

اسے شک ہوا کہ اگر کبھی مجروری نہ ملی تو وہ کیا کرے گا۔ مگر مجروری کیوں نہ  
ملے گی؟ جب دھمی توڑ کر کام کرے گا تو سو آدمی اسے بلا تیں گے۔ کام سب کو  
پیارا ہوتا ہے، چام نہیں پیارا ہوتا۔ یہاں بھی تو سو کھا بala پڑتا ہے، ادھم میں دیک  
لختی ہے گہروں میں گردی لکتی ہے اور سرسوں میں لاہی لگ جاتی ہے۔ اسے  
رات کو کوئی کام مل جائے گا تو اسے بھی نہ چھوڑے گا۔ دن بھر مجروری کی،  
رات کو ہیں چوکیداری کرے گا۔ دو آنے بھی رات کے کام کے مل جائیں گے  
تو جاندی ہو جب لوٹے گا تو سب کے لئے ساڑیاں لائے گا۔ جھینیا کے لئے ہاتھ  
کا لکن جر در (ضرور) بیوائے گا۔ اور دادا کے لئے منڈا سد (صافہ) لائے گا۔

بھی خیالی پلاو پکانا ہوا وہ موگیا۔ مگر ٹھنڈھیں نیند کہاں؟ کسی طرح رات  
کاٹی اور تڑکے ہی انٹھ کھنوکی سڑک پر ہوئی۔ بیس ہی کوس تو ہے، سا بھک اٹھم۔  
مک پہنچ جائے گا۔ کاؤں کا کون آدمی وہاں پہنچا جاتا ہے اور وہ اپنا پستہ  
ٹھنکانا ہے، کیوں لکھے گما؟ نہیں تو دادا دوسرے ہی دن سر پر سوار ہو جائیں گے۔  
اسے کچھ کچھ تباہ احتالو پہی کہ جھینیا سے کیوں نہ صاف صاف کہہ دیا کہ ابھی تو گھر جا۔